پاک ٹی ہاؤس، زاہد حسن کے والد سراج صاحب کا ذریعہ معاش ہی نہیں شوق بھی تھا۔ اگر اس ریسٹورنٹ کی مجلسیں ایک منفرد انداز کی حامل تھیں تو سراج صاحب کی شخصیت بھی ماحول کو اپنائیت کی خوشبو سے مہکانے کا ایک ذریعہ تھی۔ وہ سب کے دوست، ہمدرد، مددگار اور غم گسار ہوا کرتے تھے۔ انہیں ہر ادیب، شاعر اور پاک ٹی ہاؤس میں مستقل آنے والے دوسرے لوگوں کے حالات کا فرداً فرداً پتہ ہوتا اور وہ اسی کے مطابق ہر ایک کے ساتھ سلوک کیا کرتے۔ ان کے بعد روایت ان کے بیٹے زاہد حسن نے قائم رکھی۔ زاہد نے چونکہ پرورش ہی ٹی ہاؤس کے ماحول میں پائی تھی اس لئے بزرگوں نے زاہد کو اپنا عزیز سمجھا تو سراج صاحب کے بعد والی نوجوان نسل کے لئے زاہد حسن ایک بے تکلف دوست تھے۔ یہاں "تھے" کا لفظ میں نے دانستہ استعمال کیا ہے کیونکہ اپنائیت اور دوستی کا جو رشتہ پاک ٹی ہاؤس کی پہچان تھا میری اطلاع کے مطابق اب وہ باقی نہیں رہ گیا۔

زاہد حسن نے اپنے والد کی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے اپنی جوانی نذر انے کے طور پر پیش کر دی وہ روز صبح آ کر "پاک ٹی ہاؤس" کھولتے اور رات کے دس گیارہ بجے تک وہاں موجود رہتے۔ صحت جواب دینے لگی تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو مدد کے لئے بلایا اور وہ باپ کا ہاتھ بٹانے لگے۔ اس طرح سے پورے خاندان کی محنت پاک ٹی ہاؤس کی نذر ہونے لگی۔ لیکن وہاں بیٹھنے والوں میں جتنے لوگ آسودہ اور خوشحال تھے وہ زندگی کی تبدیلیوں کے ساتھ

پاک ٹی ہاؤس کا مسئلہ (2)

ہے اور اس پر زور ڈالا جا رہا ہے کہ وہ تبدیلی اور ترقی کا بنیادی حق چھوڑ کر ان لوگوں کے لئے خستہ حال اور پریشان رہے جو کاروباری طور پر ٹی ہاؤس چلانے والے خاندان کی ضروریات پوری نہیں کر سکتے۔

میں خود بھی پاک ٹی ہاؤس کے ساتھ محبت کرنے والوں میں شامل ہوں۔ سب کی طرح میری بھی یہی

سویرے سویرے

نذیر ناجی

خواہش تھی کہ لاہور کے اس ثقافتی ورثے کو باقی رکھا جائے جب کچھ عرصہ میں نے اکادمی ادبیات کے چیئرمین کی حیثیت میں یہ سنا کہ پاک ٹی ہاؤس زبردست خسارے میں جا رہا ہے اور زاہد حسن اس کے مستقبل سے مایوس ہونے لگے ہیں تو میں نے اس کی وجوہ معلوم کیں۔ زاہد حسن کا خیال تھا کہ فرنیچر اور برتنوں کی فرسودگی اور در و دیوار کی خستگی کے سبب عام گاہک ادھر کا رخ نہیں کرتے اور جو اہل قلم یہاں نشست جماتے ہیں ان سے حاصل ہونے والی آمدنی خاندان کی کفالت کے لئے ناکافی ہے۔ اس پر میں نے ان وجوہ کو دور کرنے کی غرض سے سابق

جائے تو اس کا بر قرار رہنا عملی طور پر ممکن ہو جائے گا۔

افسوس یہ کوشش ناکام رہی۔ فرنیچر اور عمارت کی حالت بدلنے کے بعد بھی یہ کاروبار زاہد حسن کے خاندان کی کفالت کے لئے ناکافی رہا۔ اب ان کے بچے بھی جوان ہو چکے ہیں اور پاک ٹی ہاؤس کی روایت اور ماحول کے ساتھ ان کا وہ جذباتی رشتہ نہیں ہے جو کہ سراج صاحب اور بعد میں زاہد حسن کا رہا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے والد پر دباؤ ڈالنا شروع کیا کہ چائے خانے کو بند کر کے ایسا کاروبار شروع کیا جائے جس سے خاندان کی ضروریات پوری ہو سکیں۔ زاہد حسن نے جب اس ارادے کا اظہار کیا تو وہاں بیٹھنے والے حضرات میں سے چند ایک کا ردِ عمل بہت جارحانہ اور زاہد حسن کے لئے توہین آمیز تھا۔ ان کے مسائل اور مشکلات کو سمجھنے کے بجائے ان کی نیت پر شک کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ انہیں کافی آمدنی ہو رہی ہے لیکن وہ زیادہ دولت کمانے کے چکر میں دوسرے کاروبار کی طرف جا رہے ہیں۔ یہ بڑا دلچسپ الزام ہے یعنی ایک شخص اچھی آمدنی کو چھوڑ کر نئے کاروبار کا تجربہ کرنے جا رہا ہے۔ زاہد حسن اور ان کا خاندان اپنی آمدنی اور ضروریات کا فیصلہ خود کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ ان کے بارے میں فیصلہ کریں۔ وائی ایم سی اے کی انتظامیہ کا رویہ بھی مناسب نہیں رہا۔ وائی ایم سی اے کی عمارت میں بہت سی دکانیں اور دفاتر ہیں اور ان میں کئی مرتبہ

اس کے اجلاس وائی ایم سی اے کے بورڈ روم میں ہوا کرتے تھے جو گراؤنڈ فلور کے کمرے میں آئے اس کے بعد وائی ایم سی اے کی انتظامیہ نے حلقہ ارباب ذوق پر اپنے دروازے بند کر دیئے۔ پاک ٹی ہاؤس میں حلقے کے اجلاس منعقد کرنے کا فیصلہ عبوری طور پر کیا گیا اور یہ طے ہوا کہ وائی ایم سی اے میں حلقہ ارباب ذوق کی اصل جگہ واپس لی جائے۔ وائی ایم سی اے کی جو انتظامیہ زاہد حسن پر دباؤ ڈال رہی ہے حلقہ ارباب ذوق کی اصل مجرم وہ خود ہے جس نے حلقے سے اس کا تاسیسی مقام چھین کر اسے بے دخل کیا حلقے کے سالانہ اجلاس وائی ایم سی اے کے بڑے ہال میں ہوا کرتے تھے پاک ٹی ہاؤس میں تو اس کی گنجائش ہی نہیں۔

پنجاب کی انتظامیہ خصوصاً شفقت محمود اور کامران لاشاری پاک ٹی ہاؤس کو بچانے کی جو کوشش کر رہے ہیں میرے خیال میں یہ انکے دائرہ اختیار سے باہر ہے حکومت کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی فرد کو ایک یا دوسری قسم کا کاروبار کرنے پر مجبور کرے۔ اس سلسلے میں شفقت محمود کی سوچ زیادہ عملی اور حقیقت پسندانہ ہے۔ انکی رائے ہے کہ ناصر باغ یا آرٹس کونسل میں ایک متبادل نشست گاہ قائم کر دی جائے تاکہ جو اہل قلم پاک ٹی ہاؤس میں بیٹھتے ہیں انہیں جگہ میسر آ جائے۔ ثقافتی اور ادبی مراکز کیلئے حکومت عمارتیں اور آسائشیں تو مہیا کر سکتی ہے مگر انہیں آباد کرنا اس کے اختیار میں نہیں۔ میں نے اکادمی ادبیات میں ایک عمدہ ہال کو ادبی نشست گاہ میں بدلنے کا ارادہ کیا اور اسلام آباد کے اہل قلم سے مدد مانگی کہ وہ اپنی مجلسیں وہاں کریں۔ سید ناصر

22.9.05